www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا پندرھواں سال
15th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

14رفروری تا 20فروری 2014ء جمعۃ المبارک 13ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ جلد نمبر:15 شمارہ نمبر:06

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

خَبر ژٔے تھوٗ نَے نہٕ روحَس
تھوکہٕ چانہٕ اَتھ پأری زأنی
ناوِ تھچھ کر تو نُوحَسؑ
نتہٕ سدرس تھاہ کتہٕ چأنی

''تمہاری عقل مندی کس کام کی کہ تجھے اپنی زندگی کے ایک لمحے کی بھی خبر نہیں۔ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ زندگی کے اتھاہ سمندر کو پار کرنے کیلئے (اسلام) نجات کی کشتی میں سوار ہو جا''

اَکیسویں صدی میں ملّتِ اسلامیہ کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پرواجب ہے۔ مدیر

مولانا اسرار الحق قاسمی

اکیسویں صدی میں حیرت انگیز تبدیلیاں اور چیلنجز سامنے آرہے ہیں کیونکہ اس صدی میں اقوام عالم جس سمت میں آگے بڑھ رہی ہیں، وہ سابقہ صدیوں سے مختلف ہے، زندگی کے طور وطریق کو اس صدی میں بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے، وہ خیالات ونظریات جن کو ماضی میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی، انہیں فرسودہ خیال کیا جارہا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ مذہب کو رواں صدی میں اتنی اہمیت نہیں دی جارہی ہے جتنی کہ دی جانی چاہیے، جو لوگ مذہب کے مطابق اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں یا مذہب کو فوقیت دیتے ہیں، انہیں سوسائٹیاں اہمیت نہیں دے رہی ہیں، اسی لیے اب بہت سے وہ گھرانے جو عرصہ دراز سے مذہبی رہے، وہ جدیدیت کے لبادے میں نظر آرہے ہیں یا پھر مذہب کی دیواروں سے نکلنا چاہتے ہیں، مسلمانوں کے لیے یہ صورت حال اور زیادہ چیلنج بھری ہے، کیونکہ مسلمان ہونے کا مطلب ہے اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا، اللہ کے دین کو اپنی زندگی میں بسانا، یعنی کھانا پینا، اوڑھنا، پہننا، بولنا چالنا، کاروبار کرنا، معاملات کرنا، سب کچھ دین کے مطابق ہونا چاہیے، آج اس بات کا بآسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں ان کے لیے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں، ان کے خلاف الزام تراشی کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے حالات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ صدی میں مسلمان کیا کریں؟ کیسے وہ چیلنجز کا سامنا کریں؟ کیسے وہ اپنے تشخص کو برقرار رکھیں، کیسے وہ اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں؟ کس طرح سے وہ دعوت دین کا کام کریں؟ کیسے وہ اپنی اصلاح کریں؟ کس طرح وہ اپنے آپ کو شر وفتن سے بچائیں؟ یہ نہایت تشویش کی بات ہے کہ جوں جوں رواں صدی اپنی منزلوں کو طے کر رہی ہے مسلمانان عالم کے سامنے سخت حالات آرہے ہیں، اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجود صدی میں مسلمانوں کی صورت حال اس قدر خستہ ہو چکی ہے کہ ہر چہار جانب سے مسائل نے ان کا محاصرہ کیا ہوا ہے، اور دور دور تک مستقبل قریب میں اس صورت حال سے باہر نکلنے کے امکانات نظر نہیں آتے، عالمی سطح پر انہیں غیر مہذب، بداخلاق، جنگجو اور دہشت گرد خیال کیا جارہا ہے، تاریک خیال اور بنیاد پرست جیسے ناموں سے مسلمانوں کا ذکر کرنا اب ایک عام بات بن کر رہ گئی ہے۔ مسلمانوں کو دہشت گرد، تاریک خیال، بنیاد پرست جیسے القاب سے بدنام کرنے کے لیے مغربی ذرائع ابلاغ شب وروز ایک کیے ہوئے ہیں، افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے مسلم دشمن عناصر جو حربے استعمال کر رہے ہیں انہیں اس میں کامیابی بھی مل رہی ہے۔

ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہونے والی اپنی اس درگت کے اسباب کو دریافت کریں، انہیں اس بات کا گہرائی سے تجزیہ کرنا چاہیے کہ ان کی یہ حالت کیسے ہوئی، کیسے وہ اس قدر پسماندہ ہوگئے، کیسے دوسرے طبقات و عناصر ان کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوگئے، مسلمان تعلیم، معاش اور سیاسی سطح پر کیسے پچھڑ گئے، اور وہ اقوام جو صدیوں سے زبوں حالی کی شکار چلی آرہی تھیں کیسے ترقی کے اعلیٰ مدارج کو طے کرنے لگیں، اگر مسلمانوں کی زبوں حالی کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کی پسماندگی کی بہت سی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ جمود کے شکار ہوگئے، تعلیم، تحقیق، ٹکنالوجی سے ان کا رشتہ کمزور ہوگیا، اور وہ غور وفکر کے عمل کو چھوڑ بیٹھے، جب کہ دوسری جانب دیگر اقوام خصوصاً مغربی اقوام نے ترقی کے میدان میں اپنی کوششوں کو جاری رکھا چنانچہ معاشی، سیاسی، تہذیبی، دفاعی اور تحقیقی وفکری لحاظ سے انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوتی چلی گئی، مغربی اقوام کی اقتصادی جدوجہد کا عالم یہ ہے کہ فی زمانہ امریکہ کے ''ڈالر'' اور یورپ کے ''یورو'' کو پوری دنیا میں زبردست مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ اسی طرح عالمی تجارتی منڈیوں میں انہیں کی بالادستی ہے اور عالمی بازاروں میں بھی انہیں کے تیار کردہ پروڈکٹس فروخت ہورہے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ان کی کرنسی دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت بلند ہے، حکومتوں کے مالدار ہونے کے ساتھ وہاں کے عوام بھی امیر ہیں، اور معاشی بدحالی سے آزاد ہوکر زندگی گزار رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ حال ہی میں عالمی سطح پر اقتصادی بحران کے سبب بعض کمپنیاں، بینک اور ادارے متاثر ہوئے ہیں، اور اقتصادی بحران نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اگر بات مسلم ممالک کی کی جائے تو متحدہ عرب امارات، ملیشیا اور ایک دو ملکوں کو چھوڑ کر زیادہ تر مسلم ممالک کی کرنسی تشویشناک حد تک گری ہوئی ہے، مسلم ممالک کے تیار کردہ پروڈکٹس عالمی مارکیٹ میں نظر نہیں آتے، ان تمام حالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے موجودہ صدی میں دو باتوں پر توجہ دینا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ایک یہ کہ مسلمان زوال کے دائرہ سے کس طرح باہر آئیں، دوسرے یہ کہ وہ ترقی وکامیابی کیسے حاصل کریں، ان دونوں چیزوں کے حصول کے لیے اگرچہ بہت سے کام کرنے کی ضرورت ہے تاہم ترجیحی طور پر تعلیم کی طرف توجہ مرکوز کرنا زیادہ ضروری ہے، تعلیمی میدان میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک ابتدائی تعلیم دوسرے اعلیٰ تعلیم۔ ابتدائی وبنیادی تعلیم میں ان ضروری مضامین کو شامل کیا جائے جس کی ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً دینی تعلیم اور روزمرہ کی مصروفیات میں کام آنے والی تعلیم۔ دینی تعلیم اس لیے کہ ہر صاحب ایمان کو پوری زندگی دینی تعلیم سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کا کوئی بھی دن بغیر دین کے مکمل نہیں ہوتا ہے، اس لیے اتنی دینی تعلیم جس کی بنیاد پر ہر صاحب ایمان شخص اپنی دینی ضرورتوں کی تکمیل کر سکے، اور اسلام کے مطابق آسانی سے زندگی گزار سکے، ضروری ہے۔ بنیادی تعلیم میں ان عصری مضامین کو بھی شامل کیا جائے جو موجودہ حالات میں زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً مادری وقومی زبانوں سے واقفیت، مادری زبان پر عبور اور قومی زبان سے اس قدر شناسائی کہ سرکاری اور قومی سطح کے معاملات کو انجام دیا جاسکے۔ تاجروں کو عموماً امپورٹ وایکسپورٹ کے عمل سے گزرنا پڑجاتا ہے، اس لیے رابطہ کے طور پر کوئی بین الاقوامی زبان بھی ہونی چاہیے۔

اعلیٰ تعلیم میں ایسے تمام مضامین شامل ہونے چاہئیں جو وقت کی ضرورت ہوں، اور جن کی بنیاد پر وسیع پیمانہ پر خلق خدا کی خدمت انجام دی جاسکتی ہو۔ دینی لحاظ سے فقہ، تفسیر، حدیث اور اسلامک اسٹڈیز کے ایسے مراکز ہوں جہاں سے کثیر تعداد میں مسلمان فقہاء، علماء، مفسرین، محدثین اور اسلامی اسکالرز بن کر نکلیں، //

بقیہ صفحہ 6 پر......

دینی حمیت وغیرت سے مالا مال ایک عظیم شخصیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحؒ

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

عالم اسلام بلکہ دنیائے انسانیت کی ایک دلنواز شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا شمار اُن نادرہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو بیک وقت علم وعمل، تحریر وتقریر، زبان وبیان، عربی وارد وادب کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہاتھ میں جامِ شریعت اور ایک ہاتھ میں سندانِ عشق لے کر زندگی بھر پورے توازن واعتدال کے ساتھ بندگان خدا کی ذہنی وفکری تربیت فرماتے رہے، اور مشرق ومغرب کی وسیع ترین دنیا میں اسوۂ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے ماتعبدون من بعدی کی صدائے حق بلند کر کے صحیح ایمان اور پختہ یقین پر خلق خدا کو مضبوطی کے ساتھ جماتے رہے۔

علوم دینیہ نبویہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے ضروری سمجھا کہ ایک طالب صادق بن کر عشق حقیقی کی تمنا اور اس کے حصول کی طلب لے کر معرفت اور روحانیت کی اُن دکانوں پر جایا جائے جہاں خاصانِ خدا اور عاشقانِ راہِ خدا بیٹھے ہوئے اس دولت کو تقسیم کر رہے ہیں۔

چنانچہ آپ نے بالترتیب حضرت مولانا احمد علی لاہوری مفسر قرآن، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے انتہائی مخلصانہ اور نیاز مندانہ تعلقات استوار فرما کر ہر جگہ سے اپنی بے پناہ استعداد وصلاحیت کے مطابق احسان وسلوک کی راہ سے وہ تمام قلبی دولتیں اور باطنی نعمتیں حاصل کیں جو ان مقامات سے بطور خاص تقسیم ہو رہی تھیں، چنانچہ ان دولتوں کی اجتماعیت سے آپ میں ایک شان جامعیت پیدا ہوئی، اور آپ مجموعۂ حسنات بنتے چلے گئے۔ جن حضرات کے اسمائے گرامی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، اُن میں سے اولیں تین مشائخ جب اپنے اپنے وقت پر اللہ رب العزت کے حضور میں حاضر ہو گئے اور صرف مخدومنا حضرت شیخؒ کی شخصیت جلیلہ آخری مرجع کے طور پر باقی رہ گئی تب حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی نے انہیں کو ایسے مضبوط و مستحکم طور پر اپنی محبت وعقیدت اور نیاز مندانہ روابط وتعلقات کا مرکز قرار دے لیا تھا کہ آخری دم تک اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا، چنانچہ وہ عام وخاص حالات میں، سفر وحضر میں، انفرادی واجتماعی معاملات میں یہاں تک کہ قومی وملی مسائل ومشاکل میں حضرت شیخؒ کے مشوروں اور استصواب رائے کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھاتے تھے۔ وہ کثرت کے ساتھ سہارنپور تشریف لاتے، کئی کئی دن قیام فرما کر کبھی تخلیہ اور کبھی تجلیہ میں قوم وملت کی زبوں حالی، مسلمانان ہند پر ٹوٹنے والے مصائب، عالم اسلام کی بے حسی اور دین وشریعت سے اُن کی بے وفائی بلکہ بغاوت وغداری پر وہ اپنے دل کا ایک ایک داغ حضرت شیخ کو دکھلاتے، دنیا بھر میں اٹھنے والی اعدائے اسلام کی تحریکوں اور اُن کے اسلام دشمن منصوبوں کو دکھے ہوئے دل کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے کہ سننے اور سنانے والے کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔

مولانا علی میاں موصوف جتنی کثرت کے ساتھ حضرت شیخ سے ملاقات کے لئے سہارنپور آتے اس سے کہیں زائد اضافہ کے ساتھ وہ مکاتبت ومراسلت کے ذریعہ نصف ملاقات فرمالیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے آپ کی یہ مراسلت ومکاتبت ہشت پہلو ہوا کرتی تھی یعنی مشکل ہی سے علمی، تعلیمی، تعمیری اور قومی وملی مسائل ومعاملات، ملکی وغیر ملکی اسفار پر صلاح واستفسار، ندوۃ العلماء کے مقاصد وضروریات اس کے عالمی وبین الاقوامی جلسے واجتماعات غرض کوئی مسئلہ ایسا ہوتا ہوگا جس کا تذکرہ اور اس پر مشورہ آپ حضرت شیخ سے نہ لیتے ہوں۔

آپ کی مراسلت ومکاتبت کا وہ حصہ خاص طور پر معلومات واطلاعات سے بھر پور ہوتا جو آپ کسی غیر ملکی دورے کی روداد سفر کے طور پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اس نوع کے صدہا خطوط میں سے ایک خط نمونہ کے طور پر یہاں پیش کیا جاتا ہے، یہ مکتوب حضرت موصوف نے آج سے پینسٹھ (۵۶) سال قبل دمشق (شام) پہنچ کر ۳۲؍شعبان ۱۳۷۰ھ/۰۳؍مئی ۱۵۹۱ء میں سہارنپور حضرت شیخ کو ارسال کیا تھا۔

اسلامی غیرت وحمیت، دینی تشخص وتصلب کی حفاظت، مغربی تہذیب وتمدن سے شدید بیزاری، خوف خدا اور تعلق مع اللہ کی نعمت کبریٰ کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ سے وابستگی اور دلبستگی تحریک اخوان المسلمون پر اعتماد اور اس سے امیدیں نیز عربوں کو اُن کا بھولا ہوا مقام یاد دلانے کی جدوجہد وکوشش اس مکتوب کی ایک ایک سطر سے واضح ہے۔

پینسٹھ (۵۶) سال بعد آج یہ مکتوب پہلی مرتبہ آپ کے مطالعہ کے لئے پیش ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

مشفق ومحترم مخدوم ومعظم دامت برکاتہ والطافہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ حضرت والا کا مزاج بعافیت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عنایت وحفاظت سے یہ ناچیز وناکارہ محض بخیریت وبراحت ۱۲؍شعبان المعظم/۳۱؍اپریل روز سہ شنبہ صبح دمشق پہنچ گیا، دہلی سے بمبئی تک چار گھنٹے لگے اور بمبئی سے دمشق تک تقریباً ساڑھے دس گھنٹے مسلسل، ہم سفر یا تو یورپین تھے، یا یورپینوں سے بدتر، ایسی حالت میں کہ سب مسافر زمین وآسمان کے درمیان معلق تھے اور محض فضل الٰہی سے محفوظ۔ کوئی خدا کا یاد کرنے والا نہ تھا سوائے اس نالائق کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقہ میں اللہ کو یاد کرتا تھا، اور اس کا نام لیتا تھا، مغرب کی نماز دہلی وبمبئی کے درمیان پڑھی اور صبح کی نماز بمبئی اور دمشق کے درمیان، اندازہ ہے کہ مسافروں نے مئے نوشی بھی کی اور اس پر فخر کرتے ہوئے بھی سنا۔

بس محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس سب کے باوجود سب صحیح سالم پہنچ گئے، صبح دن چڑھے اس دمشق کے ہوائی اڈے پر پہنچے جس کو صحابہ کرام کی شمشیروں اور تکبیروں نے فتح کیا، جس مدرسہ کی طرف سے دعوت دی گئی تھی اس کے مہتمم بعض اساتذہ اور یہاں سے گئے ہوئے طلباء موجود تھے۔

ہمارے داعیوں نے ایک ہوٹل میں یہ کہہ کر ٹھہرایا کہ یہ دمشق کا وہ ہوٹل ہے جس کا مالک ومنتظم یہاں کسی منکر شرعی کی اجازت نہیں دیتا، اور واقعہ بھی یہی ہے، ہوٹل کا نام فندق الیرموک ہے، پرانے واقفین اور احباب اطلاع سن کر برابر آتے رہتے ہیں اور بڑی محبت اور گرمجوشی سے ملتے ہیں، نوجوان اگرچہ مغربی معاشرت سے آلودہ ہیں مگر جن کا تعلق اخوان سے ہے ان میں بڑی دینی حمیت اور اسلامی محبت ہے، یہاں یہ لوگ ان تمام لوگوں کے مقابلہ میں ہر وقت آستین چڑھائے رہتے ہیں جو الحاد کے داعی یا عربی قوم پرستی کے علمبردار ہیں، یونیورسٹی پر انہیں اسلامی فکر والوں کا قبضہ ہے اور ان میں بڑی دینی طلب احترام اور حق کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے اگر صحیح دینی دعوت اور صحبت ہو تو اس میں شک نہیں کہ سارے عرب میں سب سے زیادہ صلاحیت انہیں میں ہے۔

کل محاضرات کے سلسلہ کی پہلی تقریر تھی، یونیورسٹی کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، یونیورسٹی کے اساتذہ طلبہ اور شہر کے علماء وفضلاء موجود تھے، تقریر پہلے سے قلمبند تھی جو پڑھ کر سنائی گئی، اسی طرح چہارشنبہ کو شب میں یہ پروگرام رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کامیاب ونتیجہ خیز فرمائے، لوگوں کو دلچسپی اور ذوق بہت ہے اور انہوں نے بڑی قدر سے سنا۔

انشاء اللہ ہوٹل سے جلد کسی ایسی جگہ منتقل ہو جائیں گے جہاں بے تکلف رہ سکیں اور اس کو تبلیغی مرکز بنا سکیں، تبلیغی کام کی گنجائش بہت ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جناب والا سے بھی، مولانا محمد یوسف سے بھی، مولانا منظور سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ اس حیثیت سے بھی یہ سفر نتیجہ خیز ہو، اللہ تعالیٰ نے زمین تو ہموار کر دی ہے، لوگ بڑی وقعت اور طلب سے سنتے ہیں۔

یہ عریضہ اس توقع سے تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ انشاء اللہ ماہ مبارک سے پہلے پہنچ جائے گا، اور ماہ مبارک کی مبارک مشغولیتوں میں خلل نہ ڈالے گا، جناب والا سے تین ہزار میل پر ہوں، لیکن الطاف کریمانہ اور شفقت مربیانہ سے امید ہے کہ بعید الوطن اور غریب الدیار کا زیادہ حق سمجھ کر دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ یہاں کے برکات سے حصہ عطا فرمائے اور آپ حضرات سے جس خیر کی دعوت اخذ کی ہے اس کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاص طور پر اس کی کہ ان عربوں کو اس حقیقت کے سمجھانے کی توفیق ہو کہ

محمد عربیؐ کا بروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

ایک تکلیف یہ دوں گا کہ یہ عریضہ ملاحظہ فرما کر مولانا منظور صاحب کو بھیجدیا جائے وہ مولانا یوسف صاحب کو بھیج دیں یا بالعکس، شاید مستقل عریضہ جلد نہ لکھ سکوں اس لئے یہ تکلیف دیتا ہوں۔

کل تبلیغی جماعت مل کر عمان گئی ہے، وہاں سے مدینہ طیبہ اللہ تعالیٰ اُن کی جدوجہد کو قبول فرمائے، وہ مفصل خط مولانا کو لکھیں گے، مولانا اکرام الحسن صاحب سلام قبول فرمائیں اور دعا میں یاد فرمائیں۔

عریضہ نیاز
ابوالحسن علی
۳۲؍شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ پنجشنبہ
كلية الشريعة الجامعة السورية دمشق

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

14 رفروری 2014ء جمعۃ المبارک

بحیثیت مسلمان خود اپنے اوپر ماتم کیجئے

لوگوں کے دِلوں میں مختلف چیزوں کا خوف اور ڈر ہوتا ہے۔ کسی کو جنگل کے درندوں کا خوف ہے۔ کسی کو جنات کی شرارت کا خوف ہے۔ کسی کو پڑوس کی دُشمنی کا خوف ہے۔ کسی کو تجارت میں نقصان کا خوف ہے۔ کسی کو زراعت میں خسارہ کا خوف ہے۔ کسی کو دوست کے دُشمن ہو جانے کا خوف ہے۔ کسی کو کسی کے روٹھ جانے کا خوف ہے۔ کسی کو امتحان میں ناکامی اور اپنی رُسوائی کا خوف ہے۔ کسی کو الیکشن میں ہار جانے کا خوف ہے۔ سوال کرو، اے مسلمانو! میرے ضمیر سے کہ بحیثیت مسلمان میرے دِل میں کیا خوف چھا جانا چاہیے؟ (ہم صرف بندوں کے حقوق سے متعلق گفتگو کر رہے ہیں)۔

سب سے بڑا خوف میرے دِل میں یہی ہے کہ کہیں میری زبان اور میرے ہاتھوں نے کسی دوسرے مسلمان (یا انسان) کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ سفر وحضر میں میری زبان کے الفاظ سے اور میرے ہاتھوں کی حرکت سے، میری آنکھوں کے اشاروں سے، اور میرے کانوں کی سماعت سے، میرے قدموں کی آہٹ سے، میرے دِل کے فیصلہ سے اور میرے دِماغ کی فکر و سوچ سے کسی گزرتے مسافر کو یا کسی مقیم کو تکلیف تو نہیں پہنچی۔

خدانخواستہ اگر میری زبان دارزی یا نازیبا گفتگو نے کسی کو ٹھیس پہنچائی ہو، کسی کو رنج اور تکلیف پہنچائی ہو یا میرے ہاتھ اور پیر سے کسی پر ظلم ہوا ہو تو پھر میں اپنی نگاہوں میں تو مسلمان ہوں مگر میرے پیارے آقا سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہوں میں تو مسلمان نہیں ہوں، اسلئے کہ ہمارے رہبر ورہنما نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو یہ فرمایا: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی سے رہیں۔ میں بحیثیت مسلمان اسی خوف میں مبتلا ہوں کہ پتہ نہیں غفلت کی کس گھڑی میں مجھ سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو گیا ہو جس عمل سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو۔ اگر میرے حرکات وسکنات سے، میرے اعمال واشغال سے، میرے اخلاق، کردار سے اور میرے معاملات ومعاشرت سے کسی مسلمان کو واقعی کوئی تکلیف پہنچی ہو تو میں بحیثیت مسلمان اسی کوشش میں رہوں گا کہ وہ شخص میری موت سے پہلے مجھ سے مل جائے تاکہ میں اس سے معافی مانگ لوں اور حقیقی معنی میں، میں پھر سے ایک مسلمان بن جاؤں۔

مجھے وہ لوگ کانٹے کی طرح چبھتے ہیں جن کی زبانوں کی لغزش دوسرے کی آنکھوں سے آنسو ٹپکاتی ہے، مجھے وہ لوگ جنگل کے درندے محسوس ہوتے ہیں جن کے ظالم ہاتھوں سے مظلوموں کی آہ نکل جاتی ہے۔ بحیثیت مسلمان مجھے خود پہلے اپنے اوپر ماتم کرنے دیجئے ان لمحات پر جن لمحات میں ہم سے بداخلاقی کے وہ مناظر وجود میں آئے تھے۔ جن سے ایک فرد نہیں بلکہ کئی افراد کو تکلیف پہنچی تھی پھر ہم ان انسانی ضمیروں کو جھنجھوڑنا چاہتے ہیں جن کے گرے ہوئے اعمال اور بداخلاقی سے کئی انسانوں کے دل شیشوں کی طرح ٹوٹے تھے پھر انہیں ان دلوں پر رحم تک نہ آیا۔

جواهر القرآن

قیامت کے دِن کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے......!!!

ترجمہ: الٓر یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی، کافر لوگ بار بار تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے، آپ کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اُڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی ہے، اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کیں ہیں ان سب کیلئے ایک معین وقت نوشتہ ہوتا رہا ہے، کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی اور نہ پیچھے رہی ہے۔ (الحجر: ۱ تا ۵)

تفسیر: الٓر: اللہ اعلم بمراہ، یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآنِ واضح کی، یعنی یہ آیتیں جن کی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تلاوت کرتے ہیں ایک عظیم الشان اور کامل کتاب کی آیتیں ہیں، گویا اس کی دونوں صفتیں ہیں (۱) کامل کتاب ہونا جسکے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب ''کتاب'' کہلانے کی مستحق نہیں، (۲) قرآنِ مبین یعنی واضح ہونا، یعنی اسکے الفاظ ومعانی بہت صاف اور واضح ہیں، اور جن احکام یا نصائح پر وہ مشتمل ہے وہ نہایت روشن ہیں، ان کے سمجھنے میں کوئی اُلجھاؤ اور دُشواری نہیں۔

کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی ہم دُنیا میں) مسلمان ہوتے یعنی جب قیامت کے دن کافروں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا تو کہیں گے کہ کاش ہم دُنیا میں مسلمان ہوتے، مگر اس وقت یہ تمنا کوئی فائدہ نہیں دے گی، (بار بار کا لفظ ترجمہ میں اس لئے بڑھایا کہ رُبَما اگرچہ تقلیل کیلئے آتا ہے مگر یہاں مجازاً تکثیر کیلئے ہے، یعنی کافروں پر جب بھی کوئی نئی شدت ومصیبت واقع ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اس کی علّت کفر ہے تب ہی اسلام نہ لانے پر تازہ حسرت وافسوس کریں گے۔ (بیان القرآن)

بعض مفسرین نے کفار کی اس حسرت وتمنا کو عام رکھا ہے کہ دُنیا وآخرت دونوں میں جب بھی کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے واقعات پیش آئینگے تب ہی کفِ افسوس ملیں گے، اور اپنی محرومی پر ماتم کر کے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے، اس سلسلہ کا پہلا موقع جنگ بدر میں پیش آیا، جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں کی طرف کھلا ہوا غلبہ اور تائیدِ غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقرائے مہاجرین اور اوس وخزرج کے کاشتکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں، انتہائی حسرت وافسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کیلئے سامنے کھڑا ہوگا//

بقیہ صفحہ 5 پر......

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

قسط: 2

تو مومن سراپا طیب اور پاکیزہ ہوتا ہے، اس کا دل بھی پاکیزہ، اس کی زبان بھی پاکیزہ، اس کا جسم بھی پاکیزہ: اس وجہ سے کہ اس کے دل میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے، اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور اس کے اعضاء وجوارح سے اعمال صالحہ کا ظہور ہوتا ہے اور یہ سب پاکیزہ چیزیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

مومن کے اعمال میں جن چیزوں سے پاکیزگی آتی ہے ان میں ایک اہم اور عظیم سبب اس کی غذا کا پاکیزہ اور حلال ہونا ہے، جب اس کا کھانا پینا پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے اعمال بھی پاکیزہ صادر ہوتے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ حلال کھانے سے ہی عمل میں پاکیزگی آتی ہے اور وہ مقبول ہوتا ہے، اور حرام کھانے سے عمل میں فساد اور بگاڑ آتا ہے، اور وہ قبولیت سے مانع بن جاتا ہے، اس کے بعد اسی حدیث شریف میں یہ بیان فرمایا گیا ہے ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس بات کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے ارشاد ہے: اے رسولو! تم پاکیزہ حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! تم ان پاکیزہ (حلال) چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں''

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اور ان کی امتیں حلال اور پاکیزہ چیزوں کے کھانے اور عمل صالح کی مامور ہیں، تو جب تک کھانا حلال ہوگا تو عمل بھی صالح اور مقبول ہوگا اور جب کھانا ہی حلال نہ ہوگا تو عمل کیسے مقبول ہوگا؟

اور اس کے بعد حدیث شریف میں حرام غذا کے ساتھ اعمال کی قبولیت کے استبعاد کی ایک مثال پیش کی گئی ہے، چنانچہ آگے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ آدمی لمبا سفر کر رہا ہے، پراگندہ بال اور گرد آلود ہے، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلائے ہوئے ہے یارب یارب پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا پہننا حرام اور حرام ہی میں پلا بڑھا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔

اس کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے آداب، قبولیت دعا کے اسباب اور موانع قبولیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ دعا کی قبولیت کے چار اسباب ذکر فرمائے ہیں۔

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

باطنی بیماریوں میں سے ایک بیماری طمع اور حرص ہے، اس کو لالچ بھی کہتے ہیں، یہ بھی ملک بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، یہ حرص کبھی حُبِ دُنیا کی صورت میں، کبھی کھانے پینے کی صورت میں اور کبھی جنسی شہوت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

نوجوانوں کے نام - 1

انسان جنت سے جو زمین پر اُتارا گیا تو بھول ہونے کی جو بنیادی وجہ تھی وہ طمع تھی، اَماں حوا کے دل میں یہ طمع پیدا ہوئی کہ میں ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہوں، شیطان نے قسمیں کھا کر یقین دہانی کروادی، قرآن مجید میں ہے: ''وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّی لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ'' (اوران دنوں سے قسمیں کھا کر کہا کہ بے شک میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں) (الاعراف: ۲۱) دونوں کے سامنے شیطان نے قسمیں کھائیں کہ تم اگر یہ کا کر گزرو گے تو تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا ملے گا۔

چنانچہ اس طمع میں کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے یہ بھول گئے کہ پروردگار نے تو اس درخت کے قریب جانے سے بھی منع فرمادیا تھا، ان کے دِل میں یہ بات آئی کہ جس درخت کے پاس ہم تھے اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا، اس قسم کے باقی درختوں سے تو منع نہیں کیا، ہم خاص اس درخت کا پھل تو نہیں کھا رہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''ہم نے ان میں ارادہ نہیں دیکھا'' (طٰہٰ: ۱۱۵) تو جان بوجھ کر نافرمانی نہیں کی، غلط فہمی ہوگئی، سہو ہوگیا، اس خطا کا نتیجہ کیا نکلا کہ جنت سے نکال کر اس دُنیا میں بھیج دیا گیا، تو گویا جنت سے زمین پر اُترنے کا سبب طمع بنی۔

اسلئے اولادِ آدم جب طمع میں گرفتار ہوتی ہے، تو گناہوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اگر طمع نہ ہوتی، تو کوئی پرندہ جال میں نہ پھنستا، اگر طمع نہ ہوتی تو کوئی مچھلی شکاری کے ہاتھ میں نہ آتی، طمع نہ ہوتی، تو شیر کبھی پنجرے میں بند نہ ہوتا، طمع نہ ہوتی تو انسان کبھی جسم فروشی والا گناہ نہ کرتا، یہ سارے گناہ اسی حرص اور طمع کی شاخیں ہیں۔ اس طمع کی وجہ سے انسان زیادہ کے شوق میں تھوڑے سے بھی محروم ہوجاتا ہے، چھوٹے بچوں کی کتابوں میں ایک کہانی لکھی ہوتی ہے کہ ایک کتے کے منہ میں گوشت کا ٹکڑا تھا، وہ کہیں تالاب کے کنارے جا پہنچا، پانی میں دیکھا تو ایک کتا گوشت کا ٹکڑا منہ میں لئے کھڑا تھا۔ وہ دراصل اس کا اپنا عکس تھا، یہ سمجھا کہ یہ دوسرا کتا ہے، اب دل میں یہ خیال آیا کہ دوسرا ٹکڑا بھی لے لو، اس نے دوسرے کتے کو بھونکنے اور کاٹنے کیلئے منہ کھولا تو جو ٹکڑا اپنے منہ میں تھا، وہ بھی تالاب میں گر گیا، اسلئے کہتے ہیں کہ:

A bird in hand is better than two birds on tree.

ایک پرندہ جو اپنے ہاتھ میں ہو وہ ان دو پرندوں سے بہتر ہے، جو درخت پر ہوں، اسلئے کہتے ہیں کہ لالچ بُری بَلا ہے۔

اور یہ لالچ کئی مرتبہ انسان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے، ایک آدمی نے ساؤتھ افریقہ میں ایک واقعہ سنایا کہ ایک نوجوان اپنی بیوی کو لے کر ایسی جگہ چلا گیا جہاں جوا کھیلتے تھے۔ جوا کھیلا، اس کو پچاسی ہزار ڈالر کا اس رات نفع ہوا۔ بیوی نے کہا چلو چھوڑو، اَب گھر چلیں، چنانچہ گاڑی میں بیٹھا، بچے نے کہا ابو مجھے پیاس لگی ہے، پانی چاہیے، کہتا ہے تمہارے لئے ابھی بوتل لے کر آتا ہوں۔ وہ بوتل نکالنے جو گیا تو دل میں خیال آیا کہ ایک بازی اور لگالوں۔ اور دس منٹ کے اندر پچاسی ہزار ڈالر پورے ہار کے خالی واپس آگیا، گیا تھا بوتل لینے، سب لُٹا کے آگیا...... یہ ایسا بیہودہ کھیل ہے، اسلئے شریعت نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ راتوں رات ملینئر (لکھ پتی) بننے کا چکر یہاں تک کہ جواری بسا اوقات اپنا گھر بیچ دیتے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بسا اوقات اپنی بیویاں بیچ دیتے ہیں۔ اب بتائیں کہ یہ کتنی بڑی مہلک بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ ایسی بیماریوں کی شدت سے پہلے ہی خبردار کر کے ان کو حرام قرار دے دیا، تجربے کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ تو حرص، طمع اور لالچ سے بچنے کی دُعائیں مانگنی چاہیں۔

یہ حرص کشتی کے سوراخ کی مانند ہے۔ کشتی کے پیندے میں سوراخ چھوٹا ہو یا بڑا، بند نہ کریں تو کشتی کے ڈوبنے کا سبب بنتا ہے، طمع تھوڑی ہو یا زیادہ، اس کا علاج نہ کریں تو انسان کی کشتی ڈوبنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اور طمع کا تعلق آرزوؤں کے ساتھ ہے۔ یہ دُنیا ایسی ہے کہ آرزوں کو جوان کرتی ہے۔ انسان کے جسم کو بوڑھا کرتی ہے۔ بندے کو قبر کے قریب کرتی ہے اور پروردگار سے دُور کرتی ہے۔

یہ مال کی حرص اور اور دُنیا کی حرص انتہائی بُری خصلت ہے، اسی لئے نبی علیہ السّلام نے دُنیا کے حریص کو کتے کی مثل قرار دیا، ارشاد فرمایا: ''الدنیا جیفۃ وطالبوھا کلاب'' کہ دُنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔ یعنی دنیا کو مردار کہا اور طلب کرنے والوں کو کتے سے تشبیہہ دی، ذرا توجہ فرمائیے، علماء نے لکھا ہے کہ کوا بھی مردار کھاتا ہے کتا بھی مردار کھاتا ہے، کوے سے تشبیہہ نہیں دی کتے سے تشبیہہ دی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

رئیس احمد عرشی کلیری۔ صدر انجمن تحفظ ناموس صحابہ (اُترا کھنڈ)

سچے مسلمان: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ. (انفال ۷۴) ''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انکو ٹھکانے دئے اور انکی مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں اور انکے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے صادق الایمان ہونے کی شہادت دی ہے کہ وہ لوگ سچے ایمان والے اور پکے مسلمان تھے اور انکا ایمان کامل درجے کا ایمان تھا۔

3

معیارِ ایمان

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ. (بقرہ ۱۳) ''اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ، جیسا یہ لوگ (صحابہ) ایمان لائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ خبردار! یہی لوگ یعنی منافقین ہی بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔''

فائدہ:۔ اس آیت کے تین حصے ہیں اول اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا صحابہ ایمان لائے، گویا صحابہ کا ایمان معیار اور کسوٹی ہے اور اللہ تعالیٰ کو انہیں جیسا ایمان مطلوب ہے، دوسرے اس مطالبہ کے جواب میں منافقین کا قول '' اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ'' کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ اس میں منافقین نے سچے ایمان والوں یعنی صحابہ کرام کو بیوقوف کہا ہے، اس سے منافقوں کا طرز عمل معلوم ہوا کہ وہ ایک طرف سچے دل سے ایمان لانے سے گریز کرتے ہیں، دوسری طرف صادق الایمان صحابہ کرام پر دشنام طرازی بھی کرتے ہیں اور انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں، گویا صحابۂ کرام کو برا کہنا آج ہی کے منافقوں کا طریقہ نہیں بلکہ یہ طریقہ پرانے زمانے کے منافقوں سے چلا آرہا ہے، تیسرے اللہ تعالیٰ کا قول ''اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ'' اس حصۂ آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو صحابہ کی شان میں کی جانی والی گستاخی کا جواب دیا ہے کہ خبردار! صحابہؓ کو برا کہنے والے ہی بیوقوف اور جاہل ہیں، صحابہ تو معیارِ حق اور نمونۂ ایمان ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا دفاع کرنا انکی صحیح حیثیت کو واضح کرنا اور دشمنانِ صحابہ کی گستاخیوں کا جواب دینا سنت الٰہی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے، فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ (بقرہ ۱۳۷) ''اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا جائیں'' اس آیت میں بھی صحابہ کے ایمان کو معیار اور نمونہ قرار دیا گیا ہے اور خود حضراتِ صحابہ کو مخاطب بنا کر کہا گیا ہے کہ باقی لوگوں کے ایمان کو تمہارے ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائیگا، اگر اس کسوٹی پر پورا اترا تو معتبر ہوگا ورنہ رد کر دیا جائے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ (نساء ۱۱۵) ''جو کوئی حق ظاہر ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے، پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔'' اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مؤمنین (جس میں صحابہ کرام سب سے پہلے داخل ہیں) کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلنے کو گمراہی کا سبب بتلایا گیا ہے اور ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام مقتدائے شریعت اور معیار ہدایت ہیں، انکا اختیار کردہ راستہ اللہ کا پسندیدہ راستہ ہے اور یہ وہی راستہ ہے جس کیلئے دعاء مانگنے کی ہر ایمان والے کو تلقین کی گئی ہے اور سورۂ فاتحہ کی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں جس کی نشاندہی کی گئی ہے۔

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

س: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کُنیت ابوابراہیم کس نے رکھی؟

ج: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آخری زمانہ تھا، حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے، اور یہ کہہ کر آواز دی یَا اَبَا اِبْرَاهِیْم جس سے آپ کی کُنیت ابوابراہیم ہوگئی۔ (مستدرک حاکم)

س: حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوّت لگانیوالے کون ہیں؟ اور مہرِ نبوّت پر کیا لکھا ہوا تھا؟

ج: جنت کے دربان رضوان نے آپ کے مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوّت لگائی تھی، اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مہرِ نبوّت پر لکھا ہوا تھا: ''سِرْ فَاَنْتَ مَنْصُوْرٌ'' اور بعض نے کہا ہے کہ اس پر لکھا ہوا تھا: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔ (خصائل نبوی: ۱۶، اشرف المکالمہ: ۲۰)

س: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تلوار کا نام کیا تھا؟ اور آپ نے وہ تلوار کس کو عنایت فرمادی تھی؟

ج: آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا اور آپ نے یہ حضرت علیؓ کو دیدی تھی۔ (لامع الدراری)

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفات

☆☆☆☆☆

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔مدظلہ العالی

سوال: دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کیا ہے؟اور شرطیں کیا ہیں؟ کیا ہندوستان جیسا ملک (جہاں ایک دستوری حکومت،تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنیاد پر قائم ہے،اور قانونی ودستوری نقطۂ نظر سے بلا تفریق مذہب وزبان وعلاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کیساتھ ملک کے وسائل آمدنی سے متنفع ہونے کا مساوی حق ہے) دارالحرب ہے؟اگر دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ ''دار'' کی کوئی تیسری قسم ہے تو وہ کیا ہے نیز اُس کی کیا کیا شرطیں ہوسکتی ہیں؟

نوازاحمد بٹ۔ڈاڑسرہ ترال

جواب: وباللہ التوفیق۔ یہ بات اہل علم کیلئے محتاج اظہار نہیں کہ ''دارالاسلام'' او ر''دارالحرب'' کی اصطلاح خالص فقہی اصطلاح ہے،کتاب اللہ اور حدیث صحیح میں صراحت کے ساتھ یہ اصطلاحات ذکر نہیں کی گئی ہیں،یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ائمہ مجتہدین کے یہاں بھی عام طور پر حدود وقیود کے ساتھ ان اصطلاحات پر بحث نہیں کی گئی ہے،ان کی تحریروں سے محض یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جن مما لک پر مسلمانوں کو سیاسی بالادستی حاصل تھی،ان کو فقہاء دارالاسلام یا ''دارنا'' سے تعبیر کرتے ہیں، اور جن مما لک پر اہل کفر کا اقتدار تھا ان کو کہیں ''دارالکفر'' اور کہیں ''دارالحرب'' کہہ دیتے ہیں،اس عہد میں نظامہائے حکومت میں وہ تنوع غالباً نہیں تھا جو اَب ہے،آج مختلف مما لک میں مذہبی اقلیت ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی پوزیشن میں جو تفاوت ہے اور فوجی وعسکری طاقت کے عالمی توازن میں عالم اسلام کا جو تنزل ہم نگاہِ حسرت سے دیکھ رہے ہیں اس زمانہ کے فقہاء ان سے دوچار نہیں تھے، اسلئے دارالاسلام اور دارالحرب ایسی زندہ حقیقتیں تھیں کہ منطقی تحدید اور اصطلاحی تعریف کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔

بعد کے فقہاء نے البتہ ان اصطلاحات پر بحث کی ہے اور متاخرین میں بھی شاید احناف ہی ہیں جن کی تحریروں میں اس موضوع پر خاص توجہ کی گئی ہے، کہ مسائل عصر سے اعتناء اور بدلتے ہوئے حالات واقدار پر احکام شرعیہ کی تطبیق اور اس میں دقیق النظری،وسیع المشربی اور اعتدال وتوازُن احناف کا وہ وصف ہے کہ کم فقہاء اس میں ان کی ہمسری کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔غالباً صاحب کاسانیؒ اور سرخسیؒ کے بعد پوری وضاحت وتفصیل کے ساتھ اس پر سب سے پہلے چھٹی صدی ہجری کے مشہور عالم ملک العلماء علاء الدین کاسانیؒ (متوفی:۵۸۷ھ) نے گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس مملکت میں احکام اسلامی کو غلبہ وظہور حاصل ہوجائے وہ دارالاسلام ہے۔''لا خلاف بین اصحابنا فی ان دارالکفر تصیر دارالاسلام بظھور احکام الاسلام فیھا'' (بدائع الصنائع: ۷/ ۱۳۰)

البتہ ''دارالاسلام'' ''دارالکفر'' کب بن جاتا ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کی مختلف رائیں ہیں۔

''دارالاسلام میں کہ وہ کب دارالکفر بنے گا،فقہاء کا اختلاف ہے،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین شرطوں سے دارالکفر بنے گا،ایک احکامِ کفر کا غلبہ،دوسرے دارالکفر سے اتصال،تیسرے کوئی مسلمان یا ذمی مسلمانوں کے سابقہ اَمان کی وجہ سے مامون نہ رہ سکے،قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہا کہ محض احکامِ کفر کے غلبہ سے دارالاسلام دارالکفر بن جائے گا۔'' (بدائع الصنائع:۷/ ۱۳۰)

بعد کے فقہاء عام طور پر الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ اسی کو نقل کرتے گئے ہیں،عالمگیری میں مزید توضیح کی گئی ہے کہ عملی طور پر دارالاسلام کے دارالحرب بننے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱) اہل کفر مملکت اسلامی کے کسی حصہ پر قابض ہوجائیں۔

۲) یا حکومت اسلامی کی بالادستی کو قبول کرکے اسلامی مملکت میں رہنے والی غیر مسلم آبادی عہد شکنی کرے اور کسی حصہ پر غلبہ حاصل کرلے۔

۳) کسی شہر کسی علاقہ کے لوگ (العیاذ باللہ) مرتد ہوجائیں اور قوانین کفر جاری کردیں۔ (ھندیہ: ۲/ ۲۳۲)

کاسانیؒ نے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کی دلیل بھی پیش کی ہے،صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ دار کی نسبت اسلام کی طرف اسی وقت درست ہوسکتی ہے جبکہ وہاں اسلام کا غلبہ ہو جیسے کہ جنت کو دارالسلام (جائے سلامتی) اور دوزخ کو دارالبوار (جائے تباہی) سے تعبیر کیا گیا ہے، اسلئے غلبہ وظہور ہی تنہا وہ سبب ہے جس کو ''دارالاسلام'' اور ''دارالکفر'' کی اَساس قرار دیا جانا چاہیے۔امام صاحبؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالکفر کی اس نسبت کا مقصود بعینہٖ اسلام اور کفر نہیں ہے بلکہ اَمن وخوف ہے،پس جہاں مسلمانوں کو مامون رہنے کیلئے نئی شہریت اور اَمان کی ضرورت ہو اور جو مملکت اسلامی سے متصل نہ ہو کہ مظلوم مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے وہ مداخلت کرسکے،ایسی صورت میں وہ دارالکفر بن جائے گا۔(بدائع الصنائع: ۷/ ۱۳۱) یہاں یہ پہلو قابل لحاظ ہے کہ گویا کاسانی کی تشریح کے مطابق جس ملک میں مسلمانوں کو اَمن حاصل ہو وہ دارالحرب نہیں ہے فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو علی الاطلاق اَمن حاصل ہو اور کافروں کو خوف تو دارالاسلام ہے،اور ان کافروں کو علی الاطلاق اَمن اور مسلمانوں کو خوف ہو تو دارالکفر ہے''۔ (بدائع الصنائع:۷/ ۱۳۱)

تاہم عالمگیری اور شامی وغیرہ میں اس مسئلہ میں صاحبین کی رائے کو قرین قیاس قرار دیا گیا ہے۔(ہندیہ: ۲/ ۲۳۲،ردالمحتار: ۳/ ۲۵۲)

میرا خیال ہے کہ اگر واقعی اصحاب مذہب سے ان اصطلاحات کے بارے میں صراحت اور اختلاف منقول ہو،تو عجب نہیں کہ یہ اختلاف ''اختلاف بُرہان'' کے بجائے تغیر زمان کا نتیجہ ہو،اس کا اندازہ اس شرط سے ہوتا ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے لگائی ہے کہ دارالحرب ہونے کیلئے ضروری ہوگا کہ ''دارالاسلام'' سے اس کا اتصال نہ ہو، گوکہ حضرت الامام کے عہد میں مملکت اسلامی کی دفاعی بالادستی اور عسکری قوت کے تحت یہ بات ناقابل تصور تھی کہ ایک مملکت کافرہ جو اس کے پڑوس میں ہو،خودسری کا ثبوت دے،اسلئے وہ ایسی غیر اسلامی مملکتوں کو بھی دارالحرب کے زمرہ میں نہیں رکھتے ہیں،جب کہ صاحبینؒ کے زمانے میں خلافت اسلامی کی یہ پوزیشن باقی نہ رہی ہوگی،یا ایسے آثار پیدا ہوگئے ہوں گے جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہوں گے کہ آئندہ یہ صورتحال باقی نہ رہ سکے گی،اسلئے انہوں نے احکام اسلامی اور احکام کفر کے اجراء وغلبہ کو بنیاد بنیا ہوگا۔

اس کو اس سے بھی تقویت پہنچتی ہے کہ فقہاء متاخرین نے جو عام طور پر صاحبینؒ کے ہم خیال ہونے کے باوجود بعض ایسے خطوط کو جہاں احکام کفر جاری وساری تھے،اس بناء پر بالقوہ دارالاسلام کے حکم میں رکھا ہے کہ مملکت اسلامی کی سرحدیں ان کو اس طرح گھیر ہوئی تھیں کہ کسی وقت بھی دارالاسلام سے اس کا الحاق وانضمام عمل میں آسکتا تھا،شامی کا بیان ہے: ''اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شام میں جو جبل تیم اللہ جبل دروز اور اس کے تابع بعض شہر ہیں،دارالاسلام ہیں،کیونکہ گو وہاں دروز حکام ہیں یا نصاریٰ ہیں،ان کے مذاہب پر فیصلہ کرنے والے ان کے قضاۃ بھی ہیں اور بعضے علی الاعلان اسلام اور مسلمانوں پر سب وشتم کرتے ہیں لیکن وہ ہمارے امراء کے تحت رہتے ہیں،اور اسلامی شہر ہر طرف سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں،اور جب بھی ولی امر ان پر ہمارے احکام نافذ کرنا چاہے نافذ کرسکتا ہے۔'' (ردالمحتار: جلد ۳/ ۲۵۳)

اس سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہوجاتا ہے کہ موجودہ مسلم مما لک......جہاں عموماً احکام اسلامی نافذ نہیں ہیں،......کیوں کر دارالاسلام کہلاسکتے ہیں؟ کہ گو یہاں احکام اسلامی نافذ نہیں ہیں لیکن سربراہِ مملکت کیلئے ایسا کرنا ممکن ہے اس لئے بالقوہ یہ دارالاسلام ہی متصور ہوگا۔

صاحبینؒ کے نقطۂ نظر کے بارے میں یہ بات پیش نظر رکھی جانی چاہیے کہ ان کے نزدیک احکامِ کفر کے اجراء وظہور کا مطلب یہ ہے کہ کلیتہً احکام کفری نافذ ہوں،اگر احکام اسلامی بھی نافذ ہوں اور احکام کفر بھی،تو پھر یہ دارالحرب نہ ہوں گے۔''لواجریت احکام المسلمین واحکام اہل الشرک لاتکون دارالحرب'' (ردالمحتار: جلد ۳/ ۲۵۳)

اور احکام اسلام سے کس نوع کے احکام مراد ہیں؟اس کا اندازہ درمختار کی اس صراحت سے ہوتا ہے کہ جمعہ وعیدین وغیرہ کی اجازت اور ادائیگی بھی احکام اسلام کے اجراء کی علامت ہے۔''و دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا کجمعة وعید'' (درمختار علی ہامش الرد: جلد ۳/ ۲۵۳) گویا مذہبی عبادات کی اعلانیہ انجام دہی کا حق بھی منجملہ ''اجراء احکام اسلام'' کے ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ: جواہر القرآن...... صفحہ 3 سے آگے

اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہوں گے اس وقت آرزو کریں گے اور اپنے ہاتھ کاٹیں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہتے،اس سے بڑھ کر حسرت وافسوس کا وہ نظارہ ہوگا جو حدیث طبرانی میں ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اُمت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم رسید ہوں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے بعدہ مشرکین ان پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان نے تمہیں کیا فائدہ دیا تم بھی آج تک ہماری طرح دوزح میں ہو،اس پر اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو جہنم سے باہر نکال لیں گے،اس وقت مشرکین تمنا کریں گے کہ کیا اچھا ہوتا کہ انہوں نے بھی یعنی ہم نے دین اسلام قبول کرلیا ہوتا،واضح رہے کہ بعض مومنین تو ایک ماہ کی سزا بھگت کر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل ہوجائیں گے اور سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو اتنی مدت جہنم میں رہے جتنی مدت دُنیا کی ہے،یعنی دُنیا کے پہلے دن سے دُنیا کے آخری دن تک جو مدت ہے۔بعض اہل تفسیر کے نزدیک رُبما اس جگہ تقلیل کیلئے ہے۔

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

www.khanqah.in

نعت گوئی...... دلیل عشق ومحبت ضرور مگر......

مولانا محمد مجیب الدین قاسمی

انسانی جذبات کے اظہار کا مؤثر ترین ذریعہ ''شعر'' ہے؛ کیونکہ شاعری خالص جذبات کے اظہار کا نام ہے اور انسانی جذبات میں بھی جذبۂ محبت کے اظہار کے لیے شعر کی زبان سب سے زیادہ موزوں ہے؛ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی محبت ہے: اسی لیے شعر اور محبت کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے؛ پھر عشق ومحبت بھی دو قسم کی ہے، ایک وہ جسے عشقِ مجازی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ جسے عشقِ حقیقی کہتے ہیں، پہلے کا تعلق مخلوق سے ہے، دوسرے کا خالق سے، پہلے میں بظاہر جوش وخروش زیادہ ہوتا ہے لیکن پائیداری کم اور دوسرے میں عموماً ٹھہراؤ ہوتا ہے اور پائیداری زیادہ، پہلا اکثر مرورِ ایام سے سرد اور کمزور پڑ جاتا ہے اور دوسرے میں مرورِ ایام سے پختگی آجاتی ہے، پہلے کا منتہائے مقصود وصال ہے اور دوسرے کا مقصود رضائے دوست، پہلے کا تعلق صفات سے ہے اور دوسرے کا تعلق ذات سے؛ چونکہ درحقیقت عشق وہی ہے جو ذات سے ہو جس کا مقصود رضائے دوست ہو اور جو مرورِ ایام سے سرد اور ٹھنڈا نہ پڑے اس لیے دوسری قسم کا عشق ہی عشقِ حقیقی ہے اور پہلی قسم کو محض مجازاً عشق سے تعبیر کر دیا جاتا ہے؛ ورنہ حقیقت میں وہ عشق ہے ہی نہیں؛ لہٰذا عشق، حقیقت میں وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہو اور عشق رسول بھی درحقیقت مخلوق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ آپ خالق تک پہونچنے کا لازمی واسطہ ہیں، آپ کے بغیر کوئی شخص خالق تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے عشق خداوندی اور عشق رسولؐ دونوں لازم وملزوم ہیں؛ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود ارشاد فرمایا کہ ''اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے رسولؐ کی اتباع کرو'' (ال عمران: ۳۱) اس لیے عشق خداوندی اتباع رسول کی شکل میں عشق رسول کے بغیر ناممکن ہے۔

شعر کا موضوع محبت ہے اور محبت کا اصلی موضوع حضور سرور دو عالمؐ کی ذاتِ گرامی، اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے تو شاید زیادتی نہ ہو کہ شعر کا اصل موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہونی چاہیے اور شعر درحقیقت وہی شعر ہے جو اللہ یا اس کے رسولؐ کی محبت میں کہا گیا ہو؛ چنانچہ رسول اکرمؐ کا ذکر مبارک اور آپ کے شمائل واوصافِ عالیہ کا بیان؛ خواہ نثر میں ہو یا نظم میں یہ سب نعت رسولؐ کے زمرہ میں داخل ہے؛ مگر باعتبارِ عرف نعت کا اطلاق منظوم کلام پر ہوتا ہے؛ چونکہ نعت کا موضوع براہِ راست (مجاز واستعارہ اور تشبیہات کے بغیر) حضور سرور دو عالمؐ کی ذاتِ گرامی ہے؛ اس لیے یہ شاعری کی افضل ترین صنف ہے؛ بلکہ اسے شاعری کی آبرو کہنا چاہیے اور مسلمان شعراء نے اس پر نوع بہ نوع اسالیب کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا (ان شاء اللہ)۔

نعت جتنی مقدس پاکیزہ اور جتنی شیریں صنف سخن ہے اتنی ہی نازک بھی ہے، یہ محبوب مجازی کی تعریف والی غزلیں نہیں ہیں، جن میں رہوارِ خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے؛ بلکہ یہ اس ذاتِ گرامی کا تذکرہ ہے جس کی عظمت وتقدس کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہوجاتی ہیں؛ لہٰذا نہایت محتاط طریقہ سے اس وادی میں قدم رکھنا ضروری ہے؛ تاکہ تمام اُمور کی بھرپور رعایت ہوسکے؛ کیونکہ نعت گوئی کے وقت ایک طرف تو ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے کہ ؎

هزار بار بشویم دهن زمشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

دوسری طرف اس ذاتِ اقدس کی صفات وکمالات کا تصور الفاظ کی تنگ دامنی کا احساس دلاتا ہے اور انسان یہ یقین کیے بغیر نہیں رہتا کہ اظہار وبیان کے جتنے اسلوب انسان کے تصرفات میں ہیں ان میں سے کوئی بھی اس ذاتِ گرامی کی حقیقی تعریف وتوصیف کے لیے کافی نہیں ہوسکتے، تیسرے یہ کہ جس ذاتِ اقدس کا ذکرِ مبارک نعت کا اصل موضوع ہے اس نے ہمارے ہر ہر قول وفعل کے کچھ آداب بتائے ہیں، ان تمام آداب کی کماحقہ رعایت کیئے بغیر کوئی نعت شریعت کے مطابق نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ جس طرح ہر عمل کے لیے کچھ شرائط وآداب ہوتے ہیں جن پر اس عمل کے مقبول ونامقبول ہونے کا مدار ہوتا ہے؛ اسی طرح شعر اور نعت گوئی کے بھی کچھ شرائط، لوازمات اور آداب ہیں جن کا خیال رکھنا ایک نعت گو کے لیے نہایت ضروری ہے۔

نعت گوئی کے شرائط:

ہر عمل کے مقبول ہونے کے لیے اوّلین شرط ایمان واسلام یعنی قلب وقالب کا ہر اعتبار سے دین حق کو قبول کرنا ہے، ارشادِ باری ہے وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (ال عمران: ۸۵) یعنی اور جو شخص اسلام کے سواء کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے ہرگز مقبول نہ ہوگا اور (وہ شخص) آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (یعنی ثواب وکامیابی سے قطعاً محروم)؛ لہٰذا ایمان کی صحت وسلامتی کی فکر ہر مسلمان کا اوّلین فرض ہے، اس کے بغیر کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔

نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت اور شیفتگی کو بھی نعت کے لوازمات میں اساس وبنیاد کا درجہ حاصل ہے؛ بلکہ یہ چیز تو تکمیل ایمان کے لوازمات میں سے ہے، ایک مؤمن صادق کو آپؐ سے کس قدر تعلق ومحبت ہونی چاہیے اس کی طرف قرآن کریم میں یوں اشارہ کیا گیا ہے النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (الاحزاب: ٦) نبی کریمؐ سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ؛ کیونکہ نبی کریمؐ کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جو ایک عاشق صادق کو اپنے محبوب کے خیال میں مگن رہنے اور اس کی توصیف ونعت گوئی میں محوِ سخن رہنے پر آمادہ کرتا ہے اور اسی کی بدولت اس کے کلام میں سوز وساز اور کیف واثر پیدا ہوتا ہے۔

نعت گوئی کی ایک شرط اطاعتِ رسول بھی ہے؛ کیونکہ حب رسول کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سنتِ رسول کا پابند ہو، بدعات سے مجتنب ومتنفر ہو اور شریعت (یعنی آپؐ کے لائے ہوئے تمام احکام) کو دل وجان سے قبول کرتا ہو؛ کیونکہ جس قدر محبت ہوگی اسی درجہ اطاعت وفرمانبرداری ہوگی۔

نعت گوئی کے بعض اہم آداب:

شانِ رسالت میں مدح سرائی ونعت گوئی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی کریمؐ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی ہو، محبوب رب العالمینؐ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، نیت کی درستگی سے معمولی کام بھی عبادت اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور نیت کے فتور سے عبادت بھی درجہ قبولیت سے گر کر کرنے والوں کے لیے وبال بن سکتی ہے، جو لوگ محض تفریح طبع، خودنمائی اور گرمیٔ محفل کے لیے نعت کہتے ہیں وہ اس مقصد سے بہت دور ہیں؛ بلکہ ممدوح رب العالمین کی مدح وثناء کے جلو میں اگر خودستائی اور خودنمائی کے جذبات کارفرما ہوں تو یہ عمل شانِ رسالت میں سوء ادب کی وجہ سے اور زیادہ قابل نفرت اور مردود ہوگا بلکہ اس پر سخت گرفت کا اندیشہ ہے؛ اس لیے مدح رسالت اور شان نبوت میں نعت گوئی کے لیے نیت کی اصلاح سب سے اہم ہے۔

نعت گوئی کا دوسرا ادب حسنِ خطاب اور طرزِ ادا ہے، یعنی نعت کہتے وقت بھی طرزِ اظہار تشبیہ واستعارہ اور انتخاب الفاظ میں مقام ومرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے نہایت احتیاط سے کام لیا جائے، کلام میں ایسا انداز اختیار کرنا یا ایسے الفاظ لانا جس سے گستاخی، بیباکی، غیر شائستگی، ابتذال اور سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو نہایت درجہ کی بے ادبی ہے؛ کیونکہ اشرف الانبیاء محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نرم گرفتاری، تہذیب وشائستگی اور حسنِ خطاب سے پیش آنے کا حکم خود رب العالمین نے دیا ہے، ارشاد باری ہے وَلَاتَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات: ۲) اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو، جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو۔

بقیہ: اکیسویں صدی...... صفحہ اول سے آگے

تاکہ وہ دینی خدمات انجام دے سکیں۔ عصری مضامین میں ''انفارمیشن ٹکنالوجی''، ''انجینئرنگ''، ''میڈیکل''، جرنلزم اور دیگر پروفیشنل علوم خصوصی توجہ کے حامل ہیں۔ انفارمیشن ٹکنالوجی اس لیے ضروری ہے کہ موجود زمانہ میں ہر طرح آئی ٹی (I,T) کا شور شہرہ ہے۔ انجینئرنگ میں بھی بہت سے شعبے ہیں، میڈیکل میں ایم بی بی ایس، ایم ڈی اور دیگر مخصوص ڈگریوں کے حصول کی بھی تگ ودو کی جانی چاہئے، علاوہ ازیں سیاسیات، سماجیات، نفسیات، ریاضی، سائنس اور تاریخ میں بھی اعلی تعلیم ضروری ہے۔ تاکہ جہاں ان علوم کے حصول کے بعد معاشی اعتبار سے استحکام آئے گا وہیں دیگر لحاظ سے بھی ترقی ممکن ہوگی۔

تعلیمی سطح پر مضبوط ہونے کے ساتھ تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی ومعاشی لحاظ سے بھی مضبوط ہونے کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ نہایت اہم بات یہ ہے کہ وہ مخالف حالات کے باوجود دین کے مطابق زندگی گزارنے کی پوری سعی کریں۔ انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر مسلمان اسلام کے مطابق زندگی گزاریں گے تو وہ یقیناً کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، اور مسائل سے نجات پائیں گے، اسلام خود تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور بہترین رہنمائی کرتا ہے، اس لیے اسلام کو مضبوطی سے تھامنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو موجودہ صدی میں بھی اور آنے والی صدیوں میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، اور بآسانی نئے چیلنجز وحالات کا سامنا کرسکیں گے۔

www.khanqah.in

بقیہ: صفحہ آخر سے آگے......

پس روح کا وجود عظیم ہستی کے مخفی وجود پر دلالت کر رہا ہے۔

(۷) بسا اوقات انسان ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں سے وہ پھول نہیں دیکھتا لیکن پھول کی خوشبو سونگھ کر کہتا ہے کہ یہاں کہیں پھول ضرور موجود ہے، پس جب پھول کو دیکھے بغیر اس کی خوشبو سے پھول کے وجود پر دلیل قائم کی جا سکتی ہے؟ تو کائنات کو دیکھ کر خالقِ کائنات کے وجود پر دلیل کیوں نہیں قائم کی جا سکتی ہے؟

(۸) درس مثنوی مولانا روم میں ہے: دنیا میں ان فانی ومحدود آنکھوں سے خدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا کیونکہ خدا لامحدود ہے حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ فرماتے تھے کہ اس عالم میں ایمان بالغیب اور اعمال صالحہ سے ہماری آنکھیں بنائی جا رہی ہیں اور جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے، کچھ نظر نہیں آتا آخرت میں یہ پٹی ہٹا دی جائے گی، اور آنکھیں کھول دی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کی صلاحیت پیدا فرما دیں گے، تو یہ عالم عالمِ امتحان ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی نشانیاں ظاہر فرما دیں مثلاً آسمان وزمین، سورج، چاند دریا، پہاڑ، ستارے وسیارے، رات ودن، موسم بہار وموسمِ خزاں، کروڑوں ٹن پانی کا فضا میں معلق ہونا، ماہرین موسمیات کے اندازوں اور پیش گوئیوں کے برخلاف بادلوں کا ایسے مقامات پر برسنا جہاں بارش کا احتمال بھی نہیں ہوتا، اس کے علاوہ ہزاروں تغیرات وانقلاباتِ عالم سب ایک قادر مطلق ہستی کے وجود کی نشانیاں ہیں، اوران نشانیوں کے پردہ میں واجب الوجود نے خود کو چھپا دیا تا کہ امتحان باقی رہے، مولانا رومی فرماتے ہیں:''

یؤمنون بالغیب می باید مرا
تا بہ بستم روزن فانی سرا

اے میرے بندو! میں تم سے ایمان بالغیب چاہتا ہوں اسی لیے میں نے اس عالم فانی میں کوئی سوراخ اور دریچہ نہیں رکھا جس سے تم مجھے دیکھ سکو۔

جہلم کے صفائی کی مہم

جہلم ندی کی شان کو بحال کرنے کیلئے سرینگر میں حال ہی میں منعقدہ تین روزہ صفائی مہم میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ اس مہم کی شروعات سرینگر میونسپل کارپوریشن نے جموں وکشمیر اس کی وماؤنٹینیرنگ ایسوسی ایشن اور ایڈونچر ٹور آپریٹرس ایسوسی ایشن آف کشمیر کے اشتراک سے کی۔ مختلف اداروں اور تنظیموں کے رضا کاروں نے اس مہم میں حصہ لیا، اور کوڑا، فضلہ اور مردہ جانوروں کو نکالنے میں مدد کی۔ ہاؤسنگ اور محکمہ شہری ترقی کے سیکریٹری، ستیش نہرو نے بتایا کہ ''جہلم ندی کے کنارے آلودہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس علاقے کی صفائی کیلئے یہ مہم شروع کی ہے۔ ہم لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ندی میں اور ندی کے کنارے کوڑے کچرے نہ پھینکیں۔'' اس مہم کے دوران ایک عوامی بیداری مہم بھی شروع کی گئی۔

KASHMIR UPDATE
کشمیر اَپ ڈیٹ

جہلم ندی کی شروعات ویری ناگ چشمہ سے ہوتی ہے، جو پیر پنچال رینج کی آغوش میں واقع ہے، اور جنوبی کشمیر سے شمالی کشمیر کی طرف بہتے ہوئے وولر جھیل تک پہنچتی ہے، جو کہ ایشیا کی سب سے بڑی تازہ پانی کی جھیل ہے، اس کے بعد پاک مقبوضہ کشمیر کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس ندی کو کشمیر کی لائف لائن کہا جاتا ہے، لیکن اب یہ آلودگی اور غیر قانونی قبضہ کی شکار ہو کر رہ گئی ہے، ندی کی سطح میں کیچڑ کا جمنا اور اسکے کناروں پر کوڑے کے ڈھیر کا جمع ہونا ماہرین ماحولیات کیلئے تشویش کا باعث بنا ہوا ہے کہ اَب اس ندی کا سائز چھوٹا ہونا لگا ہے۔ شہر کے باشندوں نے صفائی کی اس مہم کا خیر مقدم کیا۔ حنا سید نام کی ایک نوجوان لڑکی نے بڑھتی ہوئی آلودگی پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ وقت کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے درمیان بیداری پھیلائی جائے۔ سید نے کہا کہ ''اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، لہٰذا ہمیں ندی کے کناروں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ صرف ایس ایم سی کی ہی ذمہ دای نہیں ہے، بلکہ یہ ہماری بھی ذمہ داری ہے۔'' جن لوگوں اور تنظیموں نے اس مہم میں حصہ لیا ہے، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جہلم ندی کی خوبصورتی اور شان کو بحال کرنے کیلئے مستقبل میں بھی اس قسم کی مہم چلائی جاتی رہنی چاہیے۔ حکام کا ماننا ہے کہ سرینگر شہر کے بالکل بیچ سے بہنے والی جہلم ندی کی صفائی مہم سے وادی میں سیاحت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ یہ ندی بہت سی تفریحی سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے۔

ارالعلوم سواءالسبیل آپ کی خدمت.........؟

دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام جو محتاج تعارف نہیں، پچھلے تیس سال سے اپنی منزلیں طے کرتے آ رہا ہے۔ الحمدللہ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ کے ایمان ویقین اور علم وعمل کو بحر علم وعرفان سے پانی پلاتا رہا، جس کے نتیجے میں سینکڑوں حفّاظ وعلماء اور ائمہ پوری وادی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز یہ علمی وایمانی تشنگی بڑھتی ہی جا رہی ہے اور طلباء کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

لیکن دوسری طرف دارالعلوم سواءالسبیل میں طلباء کی رہائش کیلئے جگہ کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ اس سلسلے میں اَب دارالعلوم میں کچھ تعمیراتی کام کا آغاز ہونے لگا، مسجد شریف کی تعمیر بھی زیر تکمیل ہے۔ اس سلسلے میں اہل خیر حضرات سے تعاون کی گذارش کی جا رہی ہے، مثلاً: آپ اپنے والدین یا کسی رشتہ دار یا خود اپنے لئے صدقہ جاریہ کیلئے یہ کام کر سکتے ہیں کہ ☆ ایک کمرہ آپ اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ ☆ کھڑکیاں اور دروازے کی لاگت آپ دے سکتے ہیں۔ ☆ سیمنٹ یا لوہا خود لا سکتے ہیں یا اس کی لاگت دے سکتے ہیں۔ ☆ آپ ایک کمرے کیلئے اینٹیں فراہم کر سکتے ہیں۔ ☆ آپ مزدوروں کی مزدوری دینے میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ سارا کچھ آپ دو یا تین مرحلوں میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

خدّام: دارالعلوم سواءالسبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر۔ 9906546004, 9906611144

احساسِ کشمیر یا زوالِ کشمیر

تاریخ کشمیر میں ۷ ستمبر ۲۰۱۳ء کو بھی یاد رکھا جائے جب عالمی شہرت یافتہ ساز نواز زوبن مہتا کا شالیمار باغ سرینگر میں ایک میوزیکل کنسرٹ (Musical Concert) بعنوان ''احساس کشمیر'' منعقد ہوا۔ اس کنسرٹ کے نام سے گویا اقوام عالم کو یہ پیغام دینا تھا کہ کشمیر کا حقیقی احساس یہی ہے حالانکہ یہ میوزیکل کنسرٹ منعقد کرانے والے بھی اگر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں تو ان کے اندر کا ضمیر (بشرطیکہ زندہ ہو) بھی یہ آواز دے گا کہ یہ ہرگز ''احساس کشمیر'' نہیں ''احساس کشمیر'' اور ''حقیقت کشمیر'' تو اور ہی کوئی چیز ہے۔ بہر حال اس میوزیکل کنسرٹ کی وجہ سے جہاں پوری وادی کشمیر میں کرفیو نافذ کیا گیا وہیں خزانہ عامرہ کی ایک ''بہت بڑی رقم'' خرچ کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کے احساسات اور جذبات سے ایک کھلواڑ کیا گیا، جہاں اس دن شالیمار باغ (جو در حقیقت فوجی چھاؤنی میں تبدیل کیا گیا تھا) میں موجود مدعوین حضرات اپنے کرتب دکھا رہے تھے اور کچھ ''چنیدہ سرکاری مہمان'' ان سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہیں کشمیر کے دوسرے علاقے میں کشت وخون جاری تھا جس کے نتیجے میں پوری وادی کشمیر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

محترم قارئین! یہ ایک وسیع باب ہے اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور لکھنے والوں نے لکھا بھی۔ چنانچہ کچھ حضرات نے اسے ''سیاسی مسئلہ'' قرار دیا کہ دنیا والوں پر واضح ہو جائے کہ کشمیر پُر امن ہے، کچھ حضرات نے اسے ''کشمیری موسیقیت'' کو ختم کرنے کی سازش قرار دیا اور بعض نے اسے ''بیوروکریٹس'' (Bureaucrats) کے دل بہلانے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ یہ تمام تبصرے اپنی جگہ بجا بھی ہو سکتے ہیں لیکن اگر شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یقیناً ہر صاحب دل اس سے شیطان ملعون کی خوشی اور رب ذوالجلال کی ناراضگی محسوس کرے گا کیونکہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تھا تو چلتے چلتے اس نے چند چیزیں طلب کی تھیں جو حکمت باری اور مشیت ایزدی کے تحت اسے مل گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ عطا کیا جائے۔ تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب ملا ٹھیک ہے تمہاری دعوت کا ذریعہ یہی ''ڈھول باجے'' ہیں۔ (تهذيب الآثار ٢ / ٤٣٧)

نیز قرب قیامت کی جہاں اور بہت ساری نشانیاں لسانِ نبوی ﷺ نے بیان فرمائی تھیں وہیں ایک بہت ہی اہم نشانی واتخذت القينات والمعارف بھی ہے یعنی گانے بجانے والیاں اور آلات موسیقیت (Musical instruments) کی کثرت ہونے لگے گی۔ (ترمذی ٤ / ٩٤ ح ٢٢١٠) ہماری وادی کشمیر میں بھی اب شراب، منشیات (drugs) اور بے پردگی کے ساتھ ساتھ موسیقیت کی کثرت ہونے لگی ہے۔ کسی دوکان پر جاؤ تو میوزک، گاڑی میں سوار ہو تو میوزک، کسی شخص کا بلالحاظ عمر وجنس موبائیل فون دیکھو تو میوزک بلکہ اللہ رحم فرمائے اب تو اللہ کے مقدس گھر مساجد میں بھی میوزک کی گھنٹیاں بجتی ہیں اور کسی کے کانوں تلے جوں بھی نہ رینگتی۔ حالانکہ احادیث میں کثرت سے میوزک کے مفاسد بیان کیے گئے ہیں اور خاص طور پر اسے حرام قرار دیا گیا ہے بلکہ بعثتِ نبوی کے مقاصد میں جہاں تعلیم کتاب وسنت، تزکیہ نفوس اور تلاوت آیات قرآنیہ ہے وہاں شیطانی باجوں کو ختم کرنا اور تمام آلاتِ موسیقیت (musical instruments) کو مٹانا بھی بعثت نبوی کے مقاصد میں ہے۔ جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی کو جہاں علامات نفاق قرار دیا گیا ہے وہاں میوزک کو باعثِ نفاق بھی قرار دیا گیا ہے۔ غرض گناہ کبیرہ کی فہرست میں ایک اہم عنوان میوزک بھی ہے۔ ذیل میں میوزک کی حرمت وقباحت کے بارے کچھ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (كنز العمال ١٥ / ٢٢٦) (۲) حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسریاں مکمل طور پر ختم کر دوں۔ (مسند احمد ۵/ ۲۵۷ ح ۲۲۲۷) (۳) حضرت انسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ ایک خوشی کے موقعے پر باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقعہ پر آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز۔ (مسند البزار ٢ / ٣٦٣، رجاله ثقات مجمع الزوائد ٣ / ١٠٠، السلسلة الصحيحه للالبانی ١ / ٤٢٦) (۴) حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم آلات موسیقیت سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ نے ایک موقعہ پر ان گھنٹیوں کو نکالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔

(مسلم ۶/ ۱۶۲ ح ۵۶۶۸، صحیح ابن حبان ۱۰/ ۵۵۴ ح ۴۷۰۳، مسند احمد ۲/ ۲۶۳ ح ۷۵۵۶)

(۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میوزک انسان کے دل میں نفاق اسی طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی ساگ سبزی کو اُگاتا ہے۔ (اولہ فی ابوداؤد ۴/ ۴۳۵ ح ۴۹۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۲۲۳ ح ۲۱۵۳۶) (۶) حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قرب قیامت میں اس امت میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ منجملہ ایک خرابی یہ پیدا ہوگی کہ اُن کے سروں پر (محفلوں، خوابگاہوں میں) آلاتِ موسیقی کے ساتھ ساتھ گانے والیاں بھی ہوں گی، اللہ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے اور اُن میں بعض لوگوں کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی سی بنا دیں گے۔ (سنن ابن ماجه ٢ / ١٣٣٣ ح ٤٠٢٠، مسند الشاميين ٣ / ١٩٢ ح ٢٠٦١)

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 06 | 14 Feb. to 20 February 2014 | Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam
Jammu and Kashmir-192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 15-02-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

ایمان بالغیب پر گمراہ کُن سی ڈی

محمد راشد گورکھپوری
نگران شعبہ تحفظ ختم نبوت مظاہر علوم سہارنپور

اس کے علاوہ ایمان بالغیب کی بہت سی دلیلیں اور نمونے اللہ تعالیٰ نے پیدا کردیئے ہیں کہ بہت سی مخفی مخلوقات اور چیزوں کو دیکھے بغیر محض ان کی علامتوں اور نشانیوں ہی سے انہیں پہچانا جاتا ہے اور ان کے انکار کو خلافِ عقل وحماقت سمجھا جاتا ہے۔

(۱) چنانچہ مٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات اور کوڑا کرکٹ کو فضاء میں اڑتے ہوئے دیکھ کر ہوا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ ہوا دکھائی نہیں دیتی، پھر بھی اس کے وجود پر عقلی دلیل قائم کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خاک اور ذرات اپنی اصل جگہ زمین کو چھوڑ کر بغیر ہوا کے فضاء میں اڑ نہیں سکتے، حالانکہ اگر کوئی شخص ہوا کے دکھائے جانے کا مطالبہ کرے تو دنیا کا کوئی بھی سورما اسے دکھانے پر قادر نہیں ہوسکتا، معلوم ہوا کہ ہوا کا وجود ہے، حالانکہ اس کا کوئی خارج میں نظر آنے والا وجود نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح ہوا میں اڑتا ہوا تیر دیکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ کہیں کمان ضرور موجود ہے کیوں کہ عقل فیصلہ کرتی ہے کہ بغیر کمان کے تیر خود بخود خلا میں نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) فضا میں دھواں دیکھ کر آگ پر استدلال کیا جاتا ہے حالانکہ آگ اس وقت نظروں سے مخفی رہتی ہے۔

(۴) آسمان پر بجلی چمکتی ہے جس سے انسان دوملی جلی گونا گوں کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے کبھی یہ امید وابستہ ہوجاتی ہے کہ بجلی چمکنے کے بعد بارش آئے گی اور کبھی یہ خوف دامن گیر ہوتا ہے کہ چمکنے والی بجلی یہاں نہ گر جائے کیونکہ جس جگہ پڑتی ہے سب کچھ خاک کر ڈالتی ہے ظاہر ہے کہ یہ بجلی کا چمکنا خود بخود نہیں ہے بلکہ یہ چمکانے والی ذات وہی ہے جس کی خالقیت وربوبیت پر بن دیکھے ایمان لایا جاتا ہے اسی حقیقت کو قرآن حکیم نے ان آیات میں بیان کیا ہے:

وھو الذی یریکم البرق خوفا وطمعا وینشیٔ السحاب الثقال ـ ویسبح الرعد بحمدہ والملئکتة من خیفته ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال(۱۳) (سورۂ رعد)

اللہ ہی ہے جو ڈر اور امید کے واسطے تم کو بجلی دکھلاتا ہے اور بوجھل اور گرجنے والے بادلوں کو بلند کرتا ہے، اور سب فرشتے اللہ کے رعب وجلال سے اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور اللہ کڑک بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرادیتا ہے اور یہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑ رہے ہیں، حالانکہ وہ بڑا ہی زبردست قوت والا ہے۔

ان آیات میں معمولی غوروفکر کرنے سے ہی اللہ کے مخفی وجود کا علم ہوجاتا ہے جو لوگ اللہ کے بے مثل اور مخفی وجود کا انکار کرتے ہیں وہ آیات کے معانی میں اس ذہنیت سے غور نہ کریں کہ یہ اسلام کی ایمان بالغیب پر نقلی اور قرآنی دلیلیں ہیں بلکہ اس نقطۂ نظر سے آیات میں تدبر کریں کہ نقلی دلیل کے علاوہ ان میں عقل کو جھنجھوڑنے والے اور آنکھوں سے نظر آنے والے ایسے امور بیان کئے گئے ہیں جو ایک عظیم غیر مرئی قوت اور منظر سے غائب لاثانی ہستی کی شہادت دے رہے ہیں چنانچہ ان آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے قدرت ربانی اور وجود باری پر جو کلام کیا ہے وہ پر لطف بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔

رعد و برق سے خدا تک رسائی

آپ بھی لطف اندوزی کے لیے تیار ہوجائیں! لکھتے ہیں:

"رعد" و"برق" وغیرہ کے متعلق آج کل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کہربائیہ موجبہ" پائی جاتی ہے اور زمین میں "کہربائیہ سالب" جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اس میں گاہ بگاہ زمین کی "سالب کہربائیہ" سرایت کرجاتی ہے پھر اس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گذرتے ہیں جن میں "کہربائیہ موجبہ" موجود ہے اور قاعدہ وتجربہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ مختلف قسم کے "کہربائیہ" رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کہربائیہ" کو جذب کرتا ہے تا کہ دونوں کی کہربائیہ متحد ہوجائے اسی قاعدہ سے اوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوت کہربائیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانے سے شدید حرارت پیدا ہوجاتی ہے اور اس حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے مناسب ایک آتشیں شعلہ اٹھتا ہے جو "صاعقہ" کہلاتا ہے وہی صاعقہ کی چمک اور روشنی "برق" کہلاتی ہے اور ہوا میں اس کے سرایت کرنے سے جو آواز نکلتی ہے وہ "رعد" ہے "کہربا" کا یہی آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب وغریب افعال وآثار مشاہدہ کئے گئے ہیں علاوہ اس کے وہ مکانوں کو گراتا ہے، پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

برق کی حیرت ناک سلیقہ مندی

بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیئے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جسے دیکھ کر خیال گذرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کررہی ہے، ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے "نظریہ" کا انکار کریں لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ "روح" کی طرح "قوت کہربیائیہ" کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ارباب کشف وشہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کارفرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اسے دیکھ سکتے ہیں، آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو مثلاً قوت کہربائیہ کا موجبہ سالبہ ہونا وغیرہ، اس کا علم بھی چند حکماء طبیعیین کے سوا بلاواسطہ کس کو ہوتا ہے؟ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات وتجربات پر کرلیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں، احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسب ضرورت ومصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں، جس کو تم "شرارۂ کہربائیہ" کہتے ہو چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اسے وحی کی زبان میں "مخاریق من نار" (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہوگئی؟ اس کی شدت اور سخت اشتعال سے جو گرج اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے، بہرحال "سائنس" نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا "وحی" نے اس کی روح اور حقیقت پر مطلع کردیا، کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف ومقابل قرار دے لیا جائے۔

حضرت علامہ علیہ الرحمۃ آگے لکھتے ہیں کہ:

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اسے میرے پاس بلالاؤ، قاصد نے اس کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بلاتے ہیں کہنے لگا رسول اللہ کون ہیں؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی، تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تا ایک بادل اٹھا فوراً بجلی گری اور اس کی کھوپڑی سر سے جدا کردی، بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خلافت ہم کو ملے، آپ نے انکار فرمادیا، دونوں یہ کہہ کر اٹھے کہ ہم مدینہ کی وادی کو پیدل اور سواروں سے بھردیں گے، آپ نے فرمایا: اللہ اس کو روک دے گا اور "انصار مدینہ" روکیں گے وہ دونوں چلے راستہ میں "اربد" پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔

ایمان بالغیب "اندھ وسواس" ہرگز نہیں

اس تفسیری مضمون کے ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ چمک وکڑک بجلی اور بادل یہ سب اللہ کے وجود کی نشانیاں ہیں جن کا اعتراف سائنس داں بھی اپنے انداز میں کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خدا پردۂ غیب میں تو ہے اور پردۂ غیب میں مستور اس ہستی کے وجود پر بے شمار نشانیاں موجود ہیں لہٰذا ایمان بالغیب کو اندھ وسواس نہیں کہا جاسکتا۔

(۵) خلاء میں اڑتا ہوا جہاز دیکھ کر اس کو اڑانے والے پائیلیٹ کا یقین کیا جاتا ہے حالانکہ وہ نظروں سے غائب رہتا ہے۔

(۶) جسم کی حرکت سے روح کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ ورح نظر نہیں آتی لیکن محض اس بناء پر روح کی موجودگی کا یقین کیا جاتا ہے کہ روح ہی جسم کی محرّک ہے اس کے بغیر جسم حرکت نہیں کرسکتا، یہی وجہ ہے کہ جب روح نکل جاتی ہے تو جسم کے بے حس وحرکت پڑے رہنے پر کہا جاتا ہے کہ یہ بے جان ہے، اسی طرح ایک عظیم ہستی مخفی بھی ہے جس کے دم سے اس میں حیات وزندگی تھی،//

بقیہ صفحہ 7 پر......